www.KitaboSunnat.com

باب الافتاء

عزیز زبیدی واربرٹن

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں؟

۱۔ رویت ہلال کمیٹی کی ضرورت اور حیثیت کیا ہے؟

۲۔ چاند کو دیکھے بغیر محض جدید فنی طریقوں سے چاند کے ہونے کے فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۳۔ ایک مسلم ریاست کے حکمران یا کوئی مجاز فرد اور کمیٹی جو فیصلہ کرے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کا اتباع ضروری ہے؟

۴۔ کوئی امام نماز تراویح میں قرآن پاک سامنے رکھ کر اس نظریہ سے نماز پڑھاتا ہے کہ اس کی جگہ کوئی اہل آدمی قابض نہ ہو جائے۔ کیا یہ جائز ہے؟ فقط

نواز احمد چوہدری۔ ایم اے۔

بمقام کانڑا نوالی۔ چک نمبر ۱۲۶۔ تحصیل وضلع شیخوپورہ

الجواب

الجواب علی ۲۷ ما اللہ اعلم بالصواب۔ رویت ہلال کا مسئلہ جتنا اہم ہے، اسلام نے اس کے لیے جو طریق کار بتایا ہے، وہ بھی اتنا ہی سادہ اور فطری ہے۔ رویت ہلال کمیٹی کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے اور چلتا ہی آیا ہے۔ مگر اس کے لیے اجتماعی کوشش کی جا سکتی ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اسے اس کے اس فطری نظام پر سوار نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ کسی ایسی فنی، تخمینی اور حسابی سردردی سے اسے بوجھل بنانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ جو بلا استثناء سب کے لیے وجہ اطمینان نہ ہو یا وہ ذرائع ان سب کی دسترس میں یکساں نہ ہوں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آفتاب کے غروب وطلوع، اوقات اور موسموں کو کسی میکانکی اور فنی معیار سے بوجھل نہیں بنایا گیا اور نہ کسی نے کبھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ضرورت محسوس کی ہے۔ ماہ و سال بتانے کا تعلق چاند سے ہے، موسم، دن رات اور اوقات کا آفتاب سے۔ اس لیے ہر ایک کا دائرہ کار جدا جدا ہے۔

رویت ہلال کا اسلامی طریق کار حد درجہ سادہ ہے۔ اس کی رُو سے صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ: مطلع پر ظاہر ہونے کے بعد، ایک وقت میں یہ چاند کتنے علاقے اور جغرافیائی حدود پر سایہ فگن ہوتا ہے؟ بس اس خطے کے لوگوں میں سے جب قابلِ ذکر شہادت میسر آجائے تو ان کو روزہ رکھ لینا چاہیے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

جہازوں پر اُڑ کر، یا دوربینیں، خوردبینیں لگا کر اور موجودہ فلکیاتی زائچے کھینچ کر چاند کو شخص کرنے اور کھینچ لانے کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ جو چیز عوامی نہیں ہو سکتی وہ کسی عوامی پروگرام کی اساس بھی نہیں بن سکتی۔

یہ وہ فطری سادگی اور نظام رویت ہے، جس میں ایک ریاضی داں کی طرح ایک ان پڑھ یا دیہاتی بھی یکساں حصہ لے سکتا ہے۔ آخر اس سادگی کو، ایک ایسے فنی تکلف کی بھینٹ چڑھانے میں کیا تُک ہے جو بہر حال کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے؟

امام ابن دقیق العید فرماتے ہیں:۔ رویت ہلال کے سلسلے میں ان فنی تکلفات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

الذی اقول ان الحساب لا یجوز ان یعتمد علیہ فی الصوم (تلخیص)

علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں، اعتبار رویت کا ہے حساب اور تجربہ کا نہیں۔

ان العبرۃ للصوم والفطر فی الشریعۃ للرویۃ لا للحساب والتجربۃ (الفلک الدوار فی رویۃ الھلال بالنھار ص۳)

یہاں تک کہ اس سلسلے میں اگر علمی طور پر طلوعِ چاند علمائے فلکیات کی نگاہ میں ثابت ہو بھی جائے تو بھی اس کے جواب دہ نہیں، دوسرے کے کیا ہوں گے؟

فالذی علیہ الاکثر ھو عدم اعتبار قولہ لا فی حق نفسہ ولا فی حق غیرہ (القول المنشور فی ھلال خیر الشھور ص۳)

درمختار میں ہے کہ: اگرچہ یہ قابلِ اعتبار لوگ ہوں تب بھی ان کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔

لا اعتبار بقول الموقتین ولو عدولا، علی المذھب۔

النہر الفائق میں لکھتے ہیں:۔

لا یلزم بقول الموقتین انہ ای الھلال یکون فی اسماء لیلۃ کذا وان کانوا عدولا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی المذھب۔

امام اردبیل شافعی فرماتے ہیں:۔

ولا یجب بمعرفۃ منازل القمر لاعلی العارف ولا علی غیرہ (فتاوی الانوار)

شارح ہدایہ لکھتا ہے۔

لایعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحسابہ (معراج الدرایۃ)

ملا علی قاری حنفیؒ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ: اگر رویت سے پہلے صرف اپنی فنی تحقیق کے مطابق کوئی روزہ رکھ لیتا ہے یا عید منا لیتا ہے تو وہ نافرمان ہے، قضا دے، عمداً افطار پر کفارہ بھی دے، جو اس کو جائز بھی سمجھنے لگتا ہے، وہ کافر بھی ہو جاتا ہے۔

بل اقول لو صام المنجم عن رمضان قبل رؤیتہ بناء علی معرفتہ یکون عاصیا فی صومہ ولا یحسب عن صومہ الا اذا ثبت الھلال ولو جعل عید الفطر بناء علی زعمہ یکون فاسقا ویجب علیہ الکفارۃ فی قول وھو الصحیح وان استحلہ کان کافرا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ایک دفعہ دونوں ہاتھ کی پوری انگلیوں سے اور ایک دفعہ انگوٹھا چھوڑ کر انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض ماہ (۲۹) کے ہوتے ہیں پھر تین بار پوری انگلیوں سے اشارہ کر کے سمجھایا کہ بعض ماہ (۳۰) دن کے ہوتے ہیں، ہم حساب کتاب والی قوم نہیں ہیں۔

انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا ھکذا ھکذا وعقد الابھام فی الثالثۃ والشھر ھکذا ھکذا ھکذا (مسلم)

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ آپ کی غرض یہ ہے کہ اہل فلکیات اور ریاضی دانوں کے فارمولوں کی طرف رجوع کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

انما بالغ فی البیان مع الاشارۃ لیبطل الرجوع الی ما علیہ المنجمون والحساب ..... وقال اکثر ائمتنا لا یعمل بحساب المنجم..... ولا بحساب الحاسب (القول المنثور ص)

ائمہ دین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ: اس سلسلے میں دوسرے ذاتی تجربات کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

لاعبرۃ للمجربات فی ھذا الباب حتی لو ظھر خلافھا اخذ بہ (القول المنثور ص)

حضرت امام جعفر صادق نے اس سلسلہ کے پچاس سالہ تجربات کا ذکر کیا ہے، علامہ ابن عبدالحی بھی فرماتے ہیں میں نے بھی اسی طرح کے تجربات کیے ہیں جو صحیح نکلے ہیں لیکن اس کے باوجود:

مع ذلک لا اعتماد علیہ (القول المنثور ص)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

وہ فرماتے ہیں کہ: چھوٹے بڑے چاند کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کل کا ہے یا آج کا:

کما فی مسلم۔

لا اعتبار لکبر الھلال وصغرہ کما رواہ مسلم (القول المنثور ص)

اگر کوئی خوش نصیب خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتا ہے کہ آپ نے چاند ہونے کی اطلاع دی ہے تو بھی کہنے والے کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

لا عبرۃ لقول من قال اخبرنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام بان اللیلۃ اول رمضان (القول المنثور ص)

یہ اس لیے کہ خود حضور کا یہ ارشاد ہے کہ دیکھ کر رکھا کرو۔

انما الاعتبار للرؤیۃ (ایضا ص)

امام سبکی شافعی، امام ابن وہبان، امام ابن سریج، مطرف بن عبد اللہ، قفال، قتیبہ، امام احمد اور زرکشی حسابی طریق کار سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کا استدلال فان غم علیکم فاقدروا لہ (بخاری مسلم) (بادل ہوں تو اندازہ کر لیجیے) ہے جس کا مطلب انہوں نے ریاضی اور ہیئت کا خصوصی طریق کار لیا ہے۔ مگر یہ محل نظر ہے، کیونکہ دوسری روایات میں تصریح آئی ہے کہ تیس دن پورے کر لیا کرو۔ بعض میں احصوا (شمار کر لیا کرو) بھی آیا ہے ـــــ جس کے بھی یہی معنی ہیں کہ دن تیس پورے کر لیا کرو۔ قولہ فاقدروا لہ ای اکملوا عدتہ ثلاثین کما فی روایۃ اخری (فیض الباری ج۳ ص۱۵۲) امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ امام شافعی اور سلف اور خلف کے جمہور، اسلام کے اسی فطری انداز اور قدرتی طریق کار کو ماہرین فلکیات کے فنی انکشافات جیسی سر دردی اور تکلف پر قربان کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ اس لیے ائمہ دین کی اکثریت نے ان کے دلائل پر تفصیلی تبصرے کیے ہیں۔ امام زاہدی نے قنیہ میں تین قول نقل کیے ہیں۔ ایک قاضی عبد الجبار، مصنف جامع العلوم اور ابن مقاتل کا کہ وہ حساب دانوں کے قول پر اعتماد کیا کرتے تھے، پھر امام سرخسی کا کہ یہ: بعید از تحقیق ہے۔ اور امام حلوائی کا کہ: شرط بہر حال رویت ہلال ہے، علمائے فلکیات کا قول نہیں۔ اخیر میں امام مجد الائمہ ترجمانی کا کہ اصحاب ابی حنیفہ اور اصحاب امام شافعی نے اس پر اجماع کیا ہے کہ چاند کے سلسلے میں فلکیات کے انکشافات پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

ثم نقل عن مجد الائمۃ الترجمانی انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ الا النادر والشافعی انہ لا اعتماد علیٰ قولھم (القول المنثور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک رویت یا شرعی نقل معتبر کا اعتبار ہے۔ تقویم کا نہیں ہے۔

فالفطر والصوم عندنا یدور بالرویۃ حقیقۃ او نقلھا المعتبر شرعا ولا عبرۃ عندنا بالتقویم (فیض الباری ج ۳ ص ۱۵۲)

قال النووی: لا یجب مما یقتضیہ حساب المنجم الصوم علیہ ولا علی غیرہ وقال الرویانی وکذا من عرف منازل القمر لا یلزمہ الصوم بہ علی الاصح، واما الجواز فقال فی التھذیب لا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الفطر (روضۃ الطالبین للنووی ج ۲ ص ۳۴۷)

امام نووی لکھتے ہیں کہ اگر مانع ہو تو پھر ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے، امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تب ہے کہ وہ اپنے شاہدہ کی خبر دے، حالانکہ وہ اپنے علم وتحقیق کی اطلاع دیتا ہے اس لیے اس پر کیسے اعتبار کیا جائے؟

الا لو شاہد والحال انہ لم یشاھد فلا اعتبار اذاً (تلخیص الحبیر ص ۱۸۹)

اصل نزاع، اختلاف مطالع کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے کہ اس کی کیا حد ہے اور حقیقی ہے، کیا شرعاً اس کا اعتبار ہے یا نہیں ہے۔ احناف کے ہاں یہ چرچا ہے کہ اس کا اعتبار نہیں ہے لیکن اس میں تفصیل ہے، جہاں چاند ہوتا ہے، اس کے آس پاس کے وہ علاقے جہاں عموماً ایک ہی وقت میں چاند دکھائی دیتا ہے یعنی قریب کے شہر اور خطوں میں اختلاف مطلع کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ منٹوں اور سکنڈوں کا اختلاف تو قریب کے شہروں میں بھی ہو جاتا ہے۔ جہاں اس سے مختلف مطالع کا اختلاف ہوتا ہے، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار لازمی کرنا پڑتا ہے اور یہی مسلک شوافع کا ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ کسی علاقے میں تو عید پورے دنوں سے ہو رہی ہو اور بعض کے لیے اس دن عید (۲۷) یا (۲۸) رمضان کو بن جائے یا ۳۱ اور ۳۲ روزے بن جائیں۔ مثلاً اہل عرب کی عید اور چاند کو ملحوظ رکھنے کا عموماً یہی نتیجہ نکلے گا۔

قال الزیلعی شارح الکنز: ان عدم عبرۃ اختلاف المطالع انما ھو فی البلاد المتقاربۃ لا البلاد النائیۃ وقال کذلک فی تجرید القدوری وقال بہ الجرجانی، قال انور شاہ: اقول لا بد من تسلیم قول الزیلعی والا فیلزم وقوع العید یوم السابع والعشرین او الثامن العشرین او یوم الحادی والثلثین او الثانی والثلثین (العرف الشذی شرح الترمذی ص ۲۸۵) ان تکلم حدیث الباب فی البلدان النائیۃ المتقاربۃ (العرف الشذی ص ۲۸۵)

اختلاف مطالع کی تحدید کیا ہے: امام نووی نے اس میں تین مذاہب نقل کئے ہیں: ایک یہ کہ، حجاز، عراق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خراسان کے مابین جتنا فاصلہ ہے، اتنے فاصلہ پر "مطالع" مختلف ہو جاتے ہیں، بغداد، کوفہ، رے اور قزوین کے مابین جو فاصلے ہیں وہ متقارب مطالع ہیں۔

دوسرا یہ کہ، ہر اقلیم مثلاً ایران، پاکستان، عراق، مصر ہر ایک اقلیم ہے۔ اقلیم، دنیا کے ساتویں حصے کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں پہلے معنی مراد ہیں؛ گویا کہ ہر ملک سارے کا سارا ایک مطلع ہے۔ ملک کے کسی حصے میں چاند نظر آجائے وہ سارے ملک کے لیے ہوگا۔

تیسرا یہ کہ، جتنے فاصلے پر نماز قصر ہو سکتی ہے، اتنے فاصلے پر اختلاف مطالع شروع ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک پہلا مسلک اقرب الی الصواب ہے، امام نووی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

وفی ضبط البلاد ثلثة اوجه احدها وبه قطع العراقیون والصیدلانی وغیرهم ان التباعد ان تختلف المطالع کالحجاز والعراق وخراسان والتقارب ان لا تختلف کبغداد والکوفة والری وقزوین والثانی اتحاد الاقلیم واختلافه والثالث التباعد مسافة القصر..... قلت الاصح هو الاول (روضة الطالبين للنووی ص۳۴۸)

بعض شارحین حدیث نے جدید ہیئت اور جغرافیہ کی رو سے اختلاف مطالع کے لیے (۲۴ منٹ) کا اعلان کیا ہے اور مشرق کی جانب چاند کا تعلق ۵۶۰ میل تک بڑھا دیا ہے واللہ اعلم (مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح باب رؤیت الہلال)

فرض کیجیے ایک شخص پہلے عید کر کے ہوائی جہاز کے ذریعے اس علاقے میں جا پہنچتا ہے جہاں ابھی چاند نہیں ہوا تو اس کو مقامی حضرات کے تابع چلنا ہوگا۔ یہی حال نماز کا ہے؛ قال انور شاہ: وظنی انه یمشی علی رعیتهم من یتعید فذلك الرجل فیهم وقست هذه المسئلة علی ما فی کتب الشافعیة من صلی الظهر ثم بلغ فی الفور بموضع لم یدخل فیه وقت الظهر الی الان انه یصلی معهم ایضا (ص۲۸۷)

بعض روایات میں آتا ہے کہ جنت البقیع میں حضرت عمرؓ اور حضرت براء بن عازب چاند دیکھ رہے تھے کہ ایک سوار آپ کو ملا۔ پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ بولے مغرب سے۔ پوچھا: کیا آپ نے چاند دیکھا ہے، اس نے کہا ہاں: آپ نے کہا! اللہ اکبر! مسلمانوں کو ایک آدمی (گواہ) کافی ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال کنت مع البراء بن عازب وعمر بن الخطاب فی البقیع ینظر الی الهلال فاقبل راکب فتلقاه عمر فقال من این جئت قال من المغرب فقال اهللت؟ قال نعم قال عمر: الله اکبر انما یکفی المسلمین الرجل الواحد۔ رواه احمد۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ روایت کمزور ہے، اس کا ایک راوی عبدالاعلیٰ ابن عامر الثعلبی ہے جو متکلم فیہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ مغرب سے آیا ہے، لیکن چاند اس نے کہاں دیکھا؟ اس کا کچھ ذکر نہیں ہے، راستہ میں یا اپنے علاقہ میں؟ ویسے بھی یہ بات حضرت عمرؓ کے نظریہ کے خلاف ہے، ان کے نزدیک ہلال رمضان کے لیے دو گواہ ضروری ہیں، امام دارقطنی فرماتے ہیں ثعلبی کی روایت سے یہ زیادہ صحیح بھی ہے۔

عن شقیق قال جاءنا کتاب عمر ونحن بخانقین قال فی کتابہ ان الاھلۃ بعضھا اکبر من بعض فاذا رأیتم الھلال نھارا فلا تفطروا حتی یشھد شاھدان وفی روایۃ حتی یشھد شاھدان انھما رأیاہ بالامس وفی روایۃ: الا ان یشھد رجلان مسلمان انھما اھلاہ بالامس عشیۃ (ابن ابی شیبۃ ص۳۴ و دارقطنی باب الشھادۃ علی رویۃ الھلال ص۲۳۲-۲۳۳ وحدیث ابی وائل اصح اسناد عن عمر منہ (دارقطنی ص۲۳۲)

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

احکام دینیہ کی بنا ظاہر پر ہے، تعمق اور حساب وغیرہ پر نہیں ہے بلکہ شریعت اس امر کی سفارش کرتی ہے کہ ان کی اہمیت کم کی جائے۔ یہ بات روزے کے باب میں اہم مقاصد سے ہے کہ تعمق کے جتنے ذرائع ہیں اور ان متعمقوں نے جتنی باتیں گھڑلی ہیں ان کا کھل کر رد کیا جائے، کیونکہ شریعت سے پہلے یہود میں بھی یہ سلسلے جاری تھے، تعمق یہ ہے کہ احتیاطی تدابیر کو فرض سمجھ لیا جائے۔

مَبنیٰ الشرائع علی الامور الظاھرۃ عند الامیین دون التعمق والمحاسبات النجومیۃ بل الشریعۃ واردۃ باخمال ذکرھا ...... واعلم ان من المقاصد المھمۃ فی باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثہ المتعمقون فان ھذہ الطاعۃ کانت شائعۃ فی الیھود والنصاریٰ ومتحنثی العرب ..... واصل التعمق ان یوخذ موضع الاحتیاط لازما (حجۃ اللہ البالغہ ص۳۹ احکام الصوم)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اصل میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دین اور شرائع کو فن بنانے کی کوشش نہ کی جائے، اصل مقصد تعبد اور سچی پیاس کے ساتھ رب کی غلامی اختیار کرنا ہے، اور اس کا تقاضا صرف تسلیم و رضا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ تجربات اور عقل و ہوش کو نظر انداز کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ تعمیل حکم کا محرک یہ اور وہ تجربات اور فنی گورکھ دھندے نہ ہوں بلکہ صرف رب کے حکم کی تعمیل کا جذبہ ہو۔ جہاں عقل اور تجربات کو اس پر حاکم بنا لیا جاتا ہے وہاں اصل دین میں ترمیمات شروع ہو جاتی ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے ہاں ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کے فرامین، عوامی استعداد اور ذرائع کی بنیاد پر جاری ہوتے ہیں اس لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حکم اور اس سے عہدہ برآ ہونے کا طریق، ان سے بالاتر ہوتا ہے، وہ تکلیف مالایطاق کے ضمن میں آتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ یہاں رویت بصری ان سے چھین کر ان سے رویت علمی کے تقاضوں کی تعمیل کا مطالبہ روح اسلام کے خلاف ہے۔ اس لیے امام زیلعی فرماتے ہیں کہ ہر قوم سے ان کے حسب حال خطاب کیا جاتا ہے۔ کل قوم مخاطبون بما عندھم۔

امام ابن رشد فرماتے ہیں کہ: حساب اور علم ہیئت کی رُو سے چاند کی تشخیص حدیث کے الفاظ کے معنی میں اختلاف کا نتیجہ ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ حساب کرو وہ اس کے معنی کرتے ہیں کہ شمس وقمر کے فنی حساب سے مدد لی جائے، دوسرے کہتے ہیں کہ: یہ لفظ مجمل ہے، دوسری روایت میں مفسر آیا ہے تیس دن پورے کرو۔ اس لیے مفسر کے خلاف معنی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

فذھب الجمھور الی ان تاویلہ اکملوا العدۃ ثلثین ومنھم من رأی ان معنی التقدیر لہ ھو عدہ بالحساب ومنھم من رأی ان معنی ذلک ان یصبح المرء صائما وھو مذھب ابن عمر کما ذکرنا ...... وذلک مجمل وھذا (حدیث ابن عباس) مفسر فوجب ان یحمل المجمل علی المفسر وھی طریقۃ لا خلاف فیھا بین الاصولیین.... فما ذھب الجمھور فی ھذا الاثج واللہ اعلم (بدایۃ ص۲۸۴)

حضرت قاسم اور سالم بن عبداللہ سے لوگوں نے کہا کہ "استارہ کے علاقہ میں چاند ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا ہمیں کیا؟

قال عبد اللہ بن سعید ذکروا بالمدینۃ رؤیۃ الھلال وقالوا ان اھل استارۃ قد رأوہ فقال القاسم وسالم مالنا ولاھل الاستارۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۶۹ ج۳)

الحاصل ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ: عوام کی سہولت کے لیے اگر رویت ہلال کمیٹی بنا دی جائے تو اس میں حرج کوئی نہیں، لیکن اس کو اس سلسلے کے شرعی طریق کا رکا پابند رہنا ہوگا۔ معروف شرعی طریق کے مطابق شہادتوں اور مقامات ہلال رمضان یا ہلالِ عید کی تفصیل سے مطلع کرنا اس کے لیے ضروری ہوگا۔ اس کے علاوہ رویت ہلال کمیٹی نے اس کے لیے جو طریق کار خود وضع کیا اس کی تفصیل سے بھی ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنا ہوگا۔

اختلاف مطالع کی تعیین اور تشخیص کیا کی ہو اس کے سامنے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ یہ سب کچھ بتانا ہوگا کیونکہ ہمارے لیے اختلاف مطالع کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ بہت سے لاینحل سقم پیدا ہو جائیں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاند کو دیکھے بغیر خاص کر جب مطلع بھی صاف ہو، محض جدید فنی طریقوں سے چاند مشخص کرنے کے فیصلہ پر قناعت کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس سے وہ فطری سادگی، آسانی اور بے ساختہ پن غارت ہو جائے گا جو ملک و ملت کی اکثریت کے حالات کو ملحوظ رکھ کر اسلام نے وضع اور عطا کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ فلاں جگہ ہم نے چاند موٹا تازہ دیکھا تو کسی نے کہا دوسری کا ہے۔ کسی نے کہا تیسری کا ہے، ابن عباس نے فرمایا کہ:۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امدہ الی الرویۃ (مسلم، دارقطنی وغیرھما)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے رؤیت (دیکھنے) تک دراز کر دیا ہے۔

یعنی نظر نہیں آیا تو ان تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، جب نظر آیا ہے تبھی سے اس کو شمار کر لینا۔ چھوٹے بڑے ہونے کے چکروں میں نہ پڑو۔ خاص کر حضور کا یہ فرمانا کہ اگر کسی مانع کی بنا پر نظر نہیں آیا تو شعبان یا رمضان کے تیس دن پورے کر لیا کرو۔ اللہ اللہ تیسیر سلا — باقی تمام مصنوعی تکلفات سے آزاد کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ ان متکلفین کو سمجھ میں آجائے۔

جو کام کرنے کے ہیں اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی لیکن جب روزوں اور عیدوں کا معاملہ آتا ہے تو ماہ مبارک کی سرپرستی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی تو ان کو توفیق نہیں ہوتی کہ ماہِ رمضان کے احترام کے لیے کوئی موثر اقدام کریں۔ لیکن اس کے چاند کی حد تک خم ٹھونک کر میدان میں اتر آتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ انداز بعض نجی مصالح کی بنا پر اختیار کیا جاتا ہے یا محض سستی بخشش کے لیے ایک حیلہ سازی ہے جس کی بہرحال فریب نفسی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ: اتفاق اور اختلاف مطالع میں شک پڑ جائے تو پھر کوئی کیا کرے، روزہ رکھے یا نہ؟ امام نووی لکھتے ہیں کہ: جب تک چاند نہ ہو، تب تک رمضان کا روزہ واجب نہیں ہوتا۔ یہ اصل اور بنیادی بات ہے، اس لیے اسی اصل کے مطابق معاملہ رہے گا۔ یعنی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

فان شك فی اتفاق المطالع لم یجب الصوم علی الذین لم یروا، لان الاصل عدم الوجوب (روضۃ الطالبین ص۲۴۹/۲)

اس "اصل" کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے:

لاتصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ (صحیحین۔ عن ابن عمر)

وفی روایۃ: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ (صحیحین۔ عن ابی ھریرۃ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ